مقبولِ عام تاریخی ناول نگار ایم اسلم کے تاریخی ناولوں میں رومانویت و تشکیلیت

فرحین ندیم
پی ایچ ڈی اسکالر دی ویمن یونیورسٹی ،ملتان
ڈاکٹر عذرا پروین
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو دی ویمن یونیورسٹی ،ملتان

Abstract
The greatest example of hyper-reality in literature is popular novel which, beyond any shadow of doubt, transmitted the facts of historical and social conventions to common reader; but it's also a fact that in popular novel, instead of the depiction of reality, hyper-reality is presented and instead of delineating both pleasant and bitter aspects of reality, the delineation of sheer happiness has been given preference. M. Aslam is regarded as one of the most popular historical Urdu novelists whose depiction of romance and hyper-reality in their novels no doubt, earned them a remarkable status in the mob but this aspect also harmed their literary well-being .
Key words: Hyper reality, Romanticism, Historical Novel, Simulation, Social Values

ہائپر رئیلٹی' فرانسیسی مفکر ژاں بادریلا کی تھیوری ہے جو عہد مابعد جدید میں جدید ٹیکنالوجی کی بدولت حقیقت کے اضافی یامعدوم ہونے کی کیفیت کا دوسرا نام ہے۔بادریلا کی اس تنقیدی اصطلاح ہائپر رئیلٹی کو اُردو ناقدین و مترجمین نے کِذبی شباہت، تشکیلی حقیقت، ورائے حقیقت، بیش از حقیقت اور سطحی حقیقت نگاری کا نام دیا جو درحقیقت وہ سماجی تبدیلیاں تھیں جو میڈیا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پھیلاؤ سے منظرِ عام پر آئیں جسے بادریلا نے سب سے زیادہ محسوس کرتے ہوئے اپنی تحریروں میں موضوع بحث بنایا اُس کا کہنا تھا کہ بناوٹ و نقالی کے غلبے نے ہر شعبہ زندگی کو متاثر کرتے ہوئے نئے سماجی و ثقافتی نظام کی بناڈالی ہے جس کی وجہ سے ظاہری چمک دمک، تفریح اور مثالیت، حقیقت کا روپ دھار کر اضافی و تشکیلی حقیقت کے درجے کو پہنچ گئی ہے جس میں یہ بات واضح ہی نہیں کہ حقیقت کا اختتام کہاں ہوا اور ناٹک کا آغاز کہاں سے ہوا۔

> "Simulation is no longer that a territory, a refrential being, or a substance. It is the generation by models of a real without origin or reality, a hyperreal."[۱]

بادریلا نے اگرچہ میڈیا کے ذریعے اُبھرنے والے سماج کو حقیقت کی موت یعنی ہائپر رئیلٹی قرار دیا تھا لیکن میڈیا کے علاوہ مقبولِ عام ادب بھی لفظی شعبدہ بازی سے حقائق کو بدلنے کے حوالے سے سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ مقبولِ عام ادب نے بلاشبہ قاری کو ادب سے روشناس کرایا لیکن یہ حقیقت ہے کہ مقبولِ عام ناول میں حقیقت کے بیان سے زیادہ حقیقت کو تشکیل دیا گیا اور زندگی کے تلخ و شیریں حقائق کے بیان کے بجائے خوشیاں کشید کرنے کے مقاصد کو اہمیت دی گئی۔ اُردو کے مقبولِ عام ناولوں میں جس موضوع کو سب سے زیادہ برتا گیا وہ تاریخی ناول نگاری ہے جس کی اولیت کا سہرا اگرچہ شرر کے سر جاتا ہے مگر اُن کے مقلدین و متاخرین میں ایم اسلم کا شمار بلاشبہ بسیار نویس مقبولِ عام تاریخی ناول نگار کے طور پر کیا جاسکتا ہے۔

ایم اسلم ایک کثیر الجہات مصنف تھے جنہوں نے شاعری، افسانہ، مزاح، بچوں کے لیے اخلاق آموز کہانیاں، تاریخی و رومانوی ناول اور فدایانِ رسول کے علاوہ متفرق موضوعات پر قلم فرسائی کی۔ ایم اسلم کے تاریخی موضوعات پر لکھے گئے ناولوں میں فتنہ تاتار، زوال الحمرا، فاتح قسطنطنیہ، تیغ ابدالی، جوئے خوں، پاسبانِ حرم، ضرب مجاہد، مرد غازی، مہدی، خونِ مسلم، معرکہٗ بدر، صبح اُحد، فاتح مکہ، خون شہیداں، ابو جہل، غزالہٗ صحرا اور محاصرۂ یثرب وغیرہ شامل ہیں۔ ایم اسلم نے بھی دیگر مقبولِ عام تاریخی ناول نگاروں کی مروجہ روش پر چلتے ہوئے تاریخی

ناول میں رومان شامل کیا جس سے اُن کا مقصود عام قاری کے ذوق کی تسکین اور تجارتی مفاد تھا، لیکن اُن کے مطابق یہ ناول کے تقاضوں کے پیشِ نظر کیا گیا جس کا اظہار وہ صبح اُحد کے دیباچے میں کرتے ہیں:

"عبد الماجد دریا آبادی کے مشورے سے رومان لکھنے کے بجائے تاریخی ناول لکھنے کا آغاز کیا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے معرکہ ٔبدر اور اس کے بعد فاتح مکہ اپنے قدر دانوں کی خدمت میں پیش کیے۔ معرکہ ٔبدر میں مَیں نے حضور کی ہجرت سے لے کر بدر کی لڑائی تک سیرت مبارک کے واقعات قلم بند کیے تھے اور فاتح مکہ میں صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک سیرت اطہر کے زریں واقعات پیش کیے تھے۔۔۔چونکہ ناول کا مفہوم عام طور پر رومان لیا جاتا ہے اس لیے میں نے معرکہ ٔبدر اور فاتح مکہ کی طرح صبح اُحد میں بھی ایک پاکیزہ رومان شامل کر دیا ہے"۔[۲]

ایم اسلم نے قرونِ وسطیٰ و ازمنہ ٔوسطیٰ کی ایسی مثالی تصویریں پیش کیں جس میں انسان فرشتوں کی مانند نورانی ومقدس صفات سے متصف تھے مگر انہی ناولوں میں عشق ورومان کے بے باک نظاروں اور ناول نگار کی تشکیل کردہ حقیقت جو محض سستی جذباتیت اور شہرت کی خاطر تخلیق کی گئی، تاریخی ناول ایسی سنجیدہ صنف کے لیے بھی مضحکہ خیز ثابت ہوئی۔ دیگر مقبولِ عام تاریخی ناول نگاروں کی تقلید کرتے ہوئے ایم اسلم نے بھی حقیقی و تاریخی کرداروں کے بجائے فرضی و تخیلاتی کردار و واقعات کے ذریعے ناول میں رومانویت و تشکیلیت کی گنجائش نکال لی اور انہی کردار و واقعات نے اُن کے ناولوں کو عوام میں مقبولیت عطا کی۔ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی لکھتے ہیں:

"وہ اپنے قصوں کو بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے ایم اسلم نے ان قصوں میں رومان کی چاشنی ملا کر اُنہیں اتنا دلکش اور دل فریب بنا دیا ہے کہ اُن کے کٹر مخالفین بھی ان کے ناولوں کی دلچسپی اور دلکشی کو مانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ناول سے معاشرہ کی اصلاح کا کام بھی لیا جا سکتا ہے، رومان کا لطف بھی حاصل ہو جائے اور کہنے کی بات بھی کہہ دی جائے"۔[۳]

ایم اسلم کے مقبول تاریخی ناول جو بظاہر تو اسلامی و تاریخی عنوان کے تحت پیش کیے گئے مگر ناول میں موجود فرضی کرداروں کے ذریعے ناول کی کہانی کو تاریخی واقعات سے تشکیلی واقعات کی جانب موڑ دیا گیا جس کا حاصل مقصود عوام میں مقبولیت حاصل کرنا تھا اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی اُن کا تاریخی ناول معرکہ بدر ہے جو پینتالیس ابواب پر مشتمل ایک ضخیم ناول ہے جس میں معرکہ حق و باطل کو واقعات کی کثرت اور حقیقی و فرضی کرداروں کے باہمی تصادم کے ذریعے پیش کیا گیا، صبح اُحد ایم اسلم کا دوسرا ضخیم ناول ہے جو چھتیس ابواب پر مشتمل ہے اس ناول میں

بھی واقعات اُحد کی طرح فرضی و تخیلاتی کرداروں کے ذریعے رومان کی گنجائش نکالی گئی، "محاصرہ یثرب" بھی اگرچہ اُن کے تاریخی ناول شمار کیا جاتا ہے مگر سابقہ روش کے بموجب مذکورہ ناول میں بھی ناول نگار نے طویل فرضی قصوں کے ذریعے ناول کو رومانوی رنگ عطا کیا نیز باعزت معاشقوں کے قصے ناول میں جابجا ملتے ہیں جس میں ایم اسلم ناول کے موضوع کے برعکس عام قاری کی ذہنی سطح کے مطابق واقعات کا بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

"قدرت نے عورت کو صرف بچے پیدا کرنے کے لیے نہیں بنایا بلکہ مرد کا دل لبھانے کے لیے پیدا کیا ہے محبت کرنے اور پیار کرنے کے لیے بنایا ہے"۔[۴]

اسی ناول میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"تم پہلی عورت ہو جس سے میں نے / آج ذرا بے تکلفی
سے گفتگو کی ہے
کچھ وجہ بھی؟
یہ اس سے پوچھو! اسد نے دل پر ہاتھ رکھ
کر کہا اور لبنیٰ نے مسکرا کر پوچھا
مرد، عورت کی خوشامد کیوں کرتا ہے؟
کیونکہ عورت فطرتاً خوشامد پسند ہوتی ہے
لیکن تم نے ابھی ابھی تو کہا تھا عورتوں
کے متعلق تمہیں تجربہ نہیں پھر یہ کیسے معلوم
ہے کہ عورت خوشامد پسند ہوتی ہے"۔[۵]

مقبولِ عام ناول نگاروں کا سطحی مشاہدہ اور تاریخی ناول ایسی سنجیدی صنفِ نثر میں رومان کا سطحی انداز کیوں کر سنجیدہ ادب کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ایم اسلم کے ناول جوئے خوں کا موضوع بھی ایک رومانوی قصہ ہے جس کا مرکزی کردار کوکب جو ایک رومی سردار وردان کی بیٹی ہے' کی ملاقات اتفاقاً قیس نامی عربی مجاہد سے حمص کی وادی میں ہوتی ہے جہاں وہ اُسے تحفتاً یمنی چادر دیتا ہے، دونوں پہلی ہی نظر میں ایک دوسرے پر فریفتہ ہو جاتے ہیں لیکن قسمت کی ستم ظریفی کہ ہجر آڑے آجاتا ہے اور اصطفان نامی ایک رئیس کوکب کو گرفتار کر لیتا ہے، قیس اس کی جدائی میں در بدر بھٹکتا ہے اور تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور بالآخر ایک دن اُسے رہا کروانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

قیس کا ہر مصیبت میں غیبی مدد کے طور پر حاضر ہو جانا اور احسان جتائے اور محبت کا احساس دلائے بغیر اپنی راہ لینا درحقیقت ناول نگار کی منشاء ہے جو اُسے ایک ایسے صاحب ایمان کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے جو عشق مجازی کی حدت کو محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کا ہر عمل محض اللہ کی خوشنودی اور انسانیت کی خدمت کے پیش نظر ہوتا ہے ایسا

ہی ایک ایمان افروز واقعہ ناول نگار نے فتح دمشق کے موقع پر رقم کیا ہے جب تمام عیسائی خواتین کو قید کر لیا گیا انہی میں کوکب بھی شامل ہے، تمام خواتین کو جس محل میں مقید کیا گیا اُس کے محافظین میں قیس بھی شامل تھا جس کا نام سنتے ہی کوکب کو اُمید پیدا ہوئی کہ اُسے رہائی ملنا یقینی ہے اور ایسا ہی ہوا گلے ہی روز تمام خواتین کو آزاد کر دیا گیا، خواتین کا قافلہ روانہ ہونے لگا تو کوکب منتظر رہی کہ قیس اُسے اپنی محبت کا واسطہ دے کر روک لے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اور قافلہ روانہ ہو گیا، قافلے کے جانے کے بعد قیس قافلے کی دھول کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُسے چشمِ تصور میں دھول غبار بن کر اُڑتی نظر آتی ہے اور کوکب تصور سے حقیقت میں اُس کے سامنے آن کھڑی ہوتی ہے اور اُس کی محبت سے مجبور ہو کر قیس کو اُس کے مذہب سمیت قبول کر لینے کا اقرار کرتی ہے۔

> "قیس میں اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی مجھے اپنے دین میں لے لو! قیس تم جیتے میں ہاری"۔[۶]

ایم اسلم نے بھی دیگر تاریخی ناول نگاروں کی طرح غیر مسلم خاتون کو ہیروئن کے طور پر اپنے ناولوں میں پیش کیا جو ہیرو کی محبت میں مسلمان ہو کر اسلام کی سربلندی کا باعث بنتی ہے علاوہ ازیں اس محبت میں پے در پے ایسے اتفاقات رونما ہوتے ہیں جس سے عام قاری کی اُمیدوں اور اُمنگوں کو جوان رکھتے ہوئے اُن کے من پسند انجام سے دو چار کیا جاتا ہے، جس میں محض اتفاق ہی سے ہیرو اور ہیروئن کی ملاقات ہو جاتی ہے، اچانک ہی اُن کے دل میں محبت کی کلی پھوٹتی ہے اور ہزار ہا مشکلات سے دو چار ہونے کے بعد اتفاق ہی سے اختتام پر دونوں کا ملاپ ہو جاتا ہے۔ مقبول عام ناولوں میں ایسے اتفاقات کو تشکیل دینے کے لیے مقبولِ عام ناول نگار ایسی صورتِ حال خلق کرتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جوئے خون پر تبصرہ کرتے ہوئے رشید احمد گوریجہ رقمطراز ہیں:

> "جوئے خون کی ہیروئن بھی عیسائی ہے اور عشق و محبت میں خاصی بے باک ہے، ہیرو قیس ایک مسلمان نوجوان ہے جس کا تعارف مسلمانوں کے جاسوس کی حیثیت سے کروایا جاتا ہے لیکن پورے ناول میں کسی جگہ بھی وہ اپنے اس فرض سے عہدہ برآ نہیں ہوتا دکھایا گیا، ناول نگار ہیروئن کی ملاقات کے مسلسل اتفاقات کا سہارا لیتا ہے"۔[۷]

"پاسبان حرم" حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت میں ایرانیوں سے لڑی جانے والی جنگوں پر مشتمل ناول ہے جس میں قادسیہ کا مشہور واقعہ بھی رقم کیا گیا ہے اس ناول میں مرکزی کردار ہلال نامی ایک مسلمان ہے جو ایرانی سپہ سالار کا سر قلم کر کے کفار کو شکست سے دو چار کر دیتا ہے اس ناول میں اگرچہ یزد جرد، رستم، سعد بن وقاص، پوران دخت اور حضرت عمر فاروقؓ کے حقیقی کردار بھی موجود ہے لیکن کہانی کو تخیلاتی کرداروں کے ذریعے آگے

بڑھایا گیا ہے اس ناول میں تشکیل کردہ حقیقت ایم اسلم کے دیگر تاریخی ناولوں کی نسبت زیادہ مضحکہ خیز ہے، ناول کے مرکزی کردار ہلال کی ملاقات ایک نخلستان میں سلمٰی نامی عورت سے ہوتی ہے جو حج کے لیے عازمِ سفر ہے اس پہلی ہی ملاقات میں ہلال اور سلمٰی کے درمیان ہونے والی رومانوی گفتگو عام قاری کے لیے تو تفریح کا سامان ہے مگر سنجیدہ قاری اور محقق ایم اسلم کے اس اقدام پر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ عبدالحلیم شرر کے ناول "فردوس بریں" کی طرز پر لکھے ناول پاسبانِ حرم میں ایم اسلم نے ایسی صورتحال تشکیل دی جس سے نہ صرف معاشرتی اقدار مجروح ہوتی ہیں بلکہ مذہبی فریضے کے تقدس کو بھی پامال کیا جاتا ہے، حج کے سفر پر کی جانے والی نازیبا گفتگو سے تاریخی ناول ایسے موضوع کی سنجیدگی بھی متاثر ہوتی ہے۔ ناول کے مرکزی کردار سلمٰی اور ہلال کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ناول نگار کی ذہنی سطح کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

"ہلال: میں عرب ہوں اور عرب کے جواں ایک عربی دوشیزہ کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

سلمٰی: (سلمٰی ذرا غصے سے بولی) لیکن یہ مت بھولو کہ میری رگوں میں عرب کا خون ہے بیہودہ بکنے والوں کو سیدھا کرنا مجھے خوب آتا ہے۔

ہلال: سُن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں

سلمٰی: کیا دیکھ رہے ہو؟

ہلال: تمہاری ان مست نگاہوں کے تیز اور تمہارے کسی مجاہد کی کمان ایسے ابرو۔

سلمٰی: معلوم ہوتا ہے کسی گاؤں کے بھاٹ ہو۔

ہلال: بھاٹ نہیں ایک مست آنکھوں والی حسینہ کا غلام

سلمٰی: کہاں جا رہے ہو؟

ہلال: مکہ

سلمٰی: کیوں

ہلال: حج کرنے"۔[۸]

اس ناول کے اختتام پر بھی دیگر ناولوں کی طرح ہیرو اور ہیروئن کا ملاپ ہو جاتا ہے، ایرانیوں سے نبرد آزما مجاہدین کے شانہ بشانہ سلمٰی کی میدانِ جنگ میں موجودگی ہلال کے جذبہ جہاد کو تقویت بخشتی ہے۔ ایم اسلم کے ہر ناول میں حقیقی کرداروں کے متوازی تخیلاتی کرداروں کے ذریعے کہانی کا آگے بڑھنا اور رومانیت و تشکیلیت کا حد سے بڑھنا ناول کو سنجیدہ صنف نثر سے خارج کر دیتا ہے ناول نگار کی غیر سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ وہ عام قاری کی خوشنودی

کے حصول کے لیے عشق لڑانے کے لیے ایک حاجی کا انتخاب کرتا ہے جس کی دل پھینک فطرت حج ایسے مذہبی فریضے کے موقع پر حسین دوشیزہ کو دیکھتے ہی بے ایمان ہو جاتی ہے، اخلاقیات سے عاری گفتگو میں وہ اس کی نگاہوں اور بروؤں کے لیے مجاہدین کی کمان سے تشبیہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا، سپہ سالار ہوتے ہوئے وہ اپنے سپاہیوں سے ناواقف ہے مگر نقاب پوش حسینہ کو پہچاننے میں دیر نہیں لگاتا، بہادر اس قدر ہے کہ رستم زماں بھی اس سے خائف ہے، مگر دل کے معاملات میں اس قدر مجبور کہ تیغ زنی میں سلمٰی سے بازی ہار جاتا ہے، درحقیقت یہی وہ عناصر ہیں جن کو قارئین کی اکثریت پسند کرتی ہے لہٰذا انہی قارئین کی پسندیدگی کو مد نظر رکھتے ہوئے مقبولِ عام ناول نگار تاریخی ناول ایسی سنجیدہ صنف میں بھی ایسے عناصر کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں جو عوام کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

> "عوام کن چیزوں کو پسند کرتے ہیں اس کا سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ وہ چیزیں جو عوام کے دلوں کی ترجمانی کرتی ہیں جو اُن کے محسوسات و جذبات سے قریبی تعلق رکھتی ہیں اس لحاظ سے ایم اسلم کے ناول عوامی ادب کے ذیل میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ ایم اسلم کے ناولوں نے عوامی ادب میں بیش بہا اضافہ کیا ہے"۔[۹]

"مرد غازی" ایم اسلم کے دیگر تاریخی ناولوں کی نسبت ضخامت میں مختصر ناول ہے جس میں سلطان علی عادل شاہ کے دورِ حکومت نیز ہندو ریاستوں سے مسلم آزاد ریاستوں کی معرکہ آرائی کا بیان ملتا ہے، دیگر تاریخی ناولوں کی طرح اس ناول میں بھی فرضی و رومانوی قصہ شامل کیا گیا ہے جو ناول کے اختتام تک جاری رہتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ناول کا اصل مقصود تاریخ کے بجائے اس فرضی و رومانوی قصے کو انجام تک پہنچانا ہے اس ناول میں بیجا پور، گولکنڈہ، احمد نگر، برار اور بیدار کی اسلامی ریاستوں کے واقعات بھی رقم کیے گئے ہیں نیز و جے نگر کے ہندو راجہ کا احمد نگر پر حملہ اور دیگر مسلم ریاستوں کا اتحاد بھی ناول کا حصہ ہے۔

"بنتِ حرم" بھی ایم اسلم کا تاریخی ناول ہے جس کے آغاز میں ہی نقاشِ فطرت کے الفاظ رقم ہیں اس ناول میں بھی ناول نگار نے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ طویل رومانوی قصہ بھی بیان کیا۔ بنتِ حرم دراصل ناول کا نسوانی مرکزی کردار ہے جس کا اصل نام ناہید ہے، اس ناول کے اہم کرداروں میں خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی، خلیفہ ہارون الرشید، یحییٰ برمکی، ملکہ خیزران، اُم جعفر اور زبیدہ خاتون شامل ہیں جبکہ دیگر کرداروں میں بنتِ حرم، ایمن، طیبہ، قاسم، حسن، ریحان، عاتکہ، ابو سلمان، شہزادہ اسماعیل وغرہ شامل ہیں۔ ناول کے آغاز میں خلیفہ مہدی کو ایک رحمدل بادشاہ کے روپ میں پیش کیا گیا اس کا کردار چونکہ ناول میں مختصر ہے چنانچہ اس کے کردار کی تمام تر خوبیوں اور

خصوصیات کو عجلت میں بیان کر کے اس کی وصیت سامنے لائی جاتی ہے جس میں ملکہ کی خواہش کے مطابق خلیفہ کے طور پر پہلے ہادی اور بعد میں ہارون الرشید کو نامزد کرتا ہے، ناول میں پیش آنے والے واقعات میں تاریخی حوالے سے اگرچہ کمی بیشی نہیں کی گئی لیکن دیگر تاریخی ناولوں کی مانند اس ناول میں بھی بنتِ حرم کے کردار کی مدد سے رومانوی و افسانوی عناصر کو خلق کیا گیا، وہ ساری عمر اس جستجو میں سرگرداں رہی کہ آخر وہ کون ہے اور اس کے اصل وارثین کون ہیں۔ معاون کرداروں میں عاتکہ (حبشی لونڈی) کا کردار اگرچہ مختصر ہے مگر ناول میں اہم موڑ لانے کا باعث ہے وہ خلیفہ ہادی کو موت کے گھاٹ اُتار کر اُمِ جعفر اور خلیفہ ہادی کے منصوبے خاک میں ملا دیتی ہے اور اگلے ہی دن ہارون الرشید بغیر کسی رکاوٹ کے خلیفہ کا عہدہ سنبھال لیتا ہے۔

"رقصِ ابلیس" ایم اسلم کا ایک مقبول تاریخی ناول ہے جس میں ۱۹۴۷ء کے خونچکاں واقعات کی بھیانک تصویریں محاکات کی صورت میں پیش کی گئیں، ناول میں متعدد واقعات کی پیش کش اور کرداروں کی بھرمار کی بناء پر اسے ۴۷ء کے واقعات کی حقیقی عکاسی کا نام دیا گیا ہے جس میں ناول نگار نے ایسے واقعات کو بیان کیا جو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد رونما ہوگئے، جس میں ظلم و بربریت کے ابلیسی نظام سے انسانیت بھی شرما گئی۔ اس ناول کو تقسیم کے بعد لکھے جانے والے ناولوں میں اگرچہ اولیت کا درجہ حاصل ہے لیکن ایم اسلم نے عجلت پسندی سے کام لیتے ہوئے اس کو محض ٹریجڈی بنا دیا ہے جسے رشید احمد گوریجہ نے ہنگامی نوعیت کے ناول کا نام دیا۔

> "ایم اسلم پہلے ناول نگار ہیں جنہوں نے فسادات کو موضوع بنا کر ایک ناول رقصِ ابلیس تحریر کیا جو تاثر کی شدت اور رقت پسندی کی بناء پر صرف ایک ہنگامی نوعیت کا ناول بن کر رہ گیا"۔[۱۰]

تاریخی ناول نگاری میں سب سے اہم عنصر کردار نگاری کا ہے جبکہ ایم اسلم اسی اہم عنصر کی مدد سے تاریخی ناول نگاری میں غیر سنجیدگی سے کام لیتے نظر آتے ہیں جو اُن کے ناولوں کو فنی سطح پر کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اُن کے ناولوں میں اگرچہ تاریخی و حقیقی کردار بھی موجود ہیں مگر وہ پیش کش کے لحاظ سے وہ تخیلاتی و فرضی کرداروں میں زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ کردار کی اُٹھان اور کردار و عمل کے بیان میں زیادہ آزادی محسوس کرتے ہیں اور ایسی حقیقت تشکیل دیتے ہیں جس سے عام قاری کی جذباتی تسکین ہو جائے۔ نسوانی کرداروں کے ذریعے وہ ناول میں رومانویت کا رنگ بھرتے ہیں اور سراپا نگاری کے ضمن میں تشبیہات و استعارات کی بھرمار سے کردار کو ایک ملکوتی حسن عطا کرتے ہیں۔ "معرکہ بدر" کے مرکزی کردار سلمیٰ کی سراپا نگاری ملاحظہ کیجئے:

> "سلمیٰ کا چہرہ موتی کی طرح خوشنما تھا جس پر گلابی رنگ کی ہلکی ہلکی سُرخیاں اسے اور بھی دلآویز بنائے ہوئے تھیں اس کے رخسار ایسے خوبصورت تھے جیسے انار

کے خوبصورت دانے، اس کی ستواں اور دو پھول کی کٹوریوں جیسے چھوٹے
چھوٹے نتھنے کسی چابک دست مصور کے موقلم کا شاہکار معلوم ہوئے"۔[۱۱]

حُسن و شباب کا تذکرہ کرتے ہوئے ایم اسلم کے قلم کی جولانیاں ایسے پیکر تشکیل دیتی ہیں کہ دیدہ و دل محو حیرت رہ جاتے ہیں نادر تشبیہات کے ذریعے پیکر تراشی میں ایم اسلم کا شمار دیگر تاریخی ناول نگاروں میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ محاصرہ یثرب جیسے تاریخی و اسلامی نوعیت کے ناول میں بھی وہ شباب کے ذریعے عام قاری کو بہکانے سے باز نہیں آتے۔

"اس کے شباب کی آندھی چڑھی ہوئی تھی سیاہ لمبے لمبے بال شانوں پر بکھرے
ہوئے تھے آنکھوں میں جوانی کی مستی تھی اور سینے کا اُبھار اُس گنبد کی طرح تھا
جس کے سائے میں نہ جانے کتنے عشاق کے رومان سوتے تھے، ہوا اس کے
بالوں سے شوخیاں کر رہی تھی اور اس کا خوبصورت چہرہ سیاہ بالوں میں اس
طرح چمک رہا تھا جیسے بھرے بادلوں میں بجلی"۔[۱۲]

ایم اسلم کا یہ دعویٰ تھا کہ منظر نگاری میں اُن سے بہتر کوئی دوسرا ناول نگار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہر ناول کے آغاز پر نقاش فطرت کے الفاظ رقم کرتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی تصدیق کی خاطر وہ تاریخی ناولوں میں بھی علم بیاں کی تمام تر صفات کو استعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ منظر فطری سے زیادہ مصوری کا شاہکار نظر آتا ہے۔ "مرد غازی" میں وہ روسی ترکستان کے رات کے منظر کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رات کسی ہندوستانی حسینہ کی لٹ کی طرح سیاہ تھی آسمان پر ستاروں نے اپنی
جوت جگا رکھی تھی سمندر کی سائیں سائیں کسی خوفناک اژدھے کی جھنکاروں کی
طرح چاروں طرف سنائی دے رہی تھی سمندر کی وہ فلک پیمان لہریں جنہیں دیکھ
دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا دور پیچھے رہ گئی تھیں۔ لہریں تو اب بھی اُٹھتی تھیں۔
ایسے جیسے کوئی مطربہ رقص کر رہی ہو"۔[۱۳]

منظر نگاری میں خاص مہارت کی بناء پر اُن کے ناولوں پر کبھی کبھار شاعری کا گمان ہوتا ہے جو ایک خاص آہنگ اور لَے میں کی گئی ہو اور عام قاری کو کسی اور ہی فسوں میں مبتلا کر دیتی ہے چاہے منظر تاریخی ہو، جنگ و جدل کا ہو، صحرا اور ریگستان کا ہو یا رومانوی، ایم اسلم کا قلم ایسے منظر تراشتا ہے جس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور عام قاری مبہوت رہ جاتا ہے:

"ان پہاڑوں کے دامن میں زمردیں وادیاں تھیں اور ان وادیوں میں کہیں
کہیں نسرین و نسترن دامن پھیلائے تھے اور کہیں گل ولالہ اپنے داغ دکھا دکھا

کہ شوخ اور چنچل کلیوں کو عشق کی سوختہ سامانیوں اور محبت کی تلخ کلامیوں کی داستان سناتا تھا۔ کہیں وادیوں کی گود میں پھولوں کے تختے تھے جنہیں مشاطہ قدرت نے مختلف رنگوں کا لباس پہنا کر اس خطہ بے نظیر کے دمنوں کو زینت بنا رکھا تھا۔ خوش رنگ نازک اندام، تیتریاں پھلوں سے محو بوس و کنار تھیں"۔[۱۴]

اُن کے جاندار اور لفظی ملمع کاری کا شاہکار مناظر عام قاری کو تصوراتی دُنیا میں لے جاتے ہیں۔ جہاں قاری اردگرد کی دُنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور یہی ناول نگار کا منشاء و مقصود ہے کہ اُس کے تشکیل کردہ مناظر کو حقیقت سے قریب تر سمجھا جائے، عام قاری جس منظر کو حقیقت سمجھتا ہے دراصل وہ حقیقت نہیں بلکہ ناول نگار کی تشکیل کردہ حقیقت ہے جسے محدود مطالعہ و مشاہدہ کی بناء عام قاری حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے اس حوالے سے شاہد احمد دہلوی لکھتے ہیں:

"ایم اسلم کی یہ خصوصت تو اظہر من الشمس ہے کہ وہ فطری مناظر کو ایسی خوبی سے صفحہ قرطاس پر لاتے ہیں کہ قارئین اپنے ذہن میں وہ سب کچھ دیکھنے لگتا ہے جو مصنف دکھانا چاہتا ہے سبزے کی تراوت اور چشموں کی ٹھنڈک تک محسوس ہونے لگتی ہے"۔[۱۵]

الغرض ایم اسلم کے تاریخی ناولوں میں تاریخ سے زیادہ رومان کو شامل کر کے ایسی مضحکہ خیز صورتحال تشکیل دی گئی جس کا مقصد صرف اور صرف عوام میں مقبولیت اور تجارتی مفاد تھا چنانچہ دیگر مقبول عام تاریخی ناول نگاروں کی روش پر چلتے ہوئے ایم اسلم نے بھی مقبولیت حاصل کرنے کے لیے اپنے ناولوں میں تخلیقیت، تشکیلیت اور غُلو کو شامل کیا اور جہاں فرضی قصے کو بیان کیا وہاں انہوں نے لوازماتِ مقبولیت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اُن کے ناولوں کی مقبولیت کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے وقار عظیم لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنے ناولوں میں دلچسپی کا سامان کہانی کے مختلف اجزاء میں ربط پیدا کر کے اور کہانی لکھتے وقت اپنے قاری کے معتقدات کو ٹھیس لگانے کے بجائے انہیں اصطلاحی مقصد کی تہہ کے ساتھ ساتھ رومان کی رنگینی نمایاں ہے جو یقینا خواص سے زیادہ عوام کی پسند کی چیز ہے"۔[۱۶]

حوالہ جات

۱۔ Boudrillard. J, Simulacra and Simulation, Trans, S.F Glauser (Michigan: Michigan Press, 1994), P.1

۲۔ ایم اسلم، صبح اُحد (دیباچہ)،(لاہور: دارالبلاغ، س ن)، ص ۱۱-۱۲

۳۔ حسرت کاسگنجوی، ڈاکٹر، ایم اسلم، مشمولہ جامِ نو (کراچی) خصوصی شمارہ ایم اسلم نمبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۶

۴۔ ایم اسلم، محاصرہ یثرب،(لاہور: دارالبلاغ، ۱۹۶۲ء)، ص ۱۳۵

۵۔ ایم اسلم، محاصرہ یثرب، ص ۱۴

۶۔ ایم اسلم، جوئے خون،(لاہور: شعاعِ ادب، ۱۹۸۸ء)، ص ۳۴

۷۔ رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، اُردو میں تاریخی ناول (لاہور: البلاغ، ۱۹۹۴ء)، ص ۶۱۱

۸۔ ایم اسلم، پاسبان حرم (لاہور: دارالبلاغ، ۱۹۰۰ء)، ص ۲۴

۹۔ شاہد احمد دہلوی، ایم اسلم کے دو ناول، مشمولہ ایم اسلم اور اس کا ادب،(لاہور: دارالبلاغ، ۱۹۵۱ء)، ص ۱۳۷

۱۰۔ رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، اُردو میں تاریخی ناول (لاہور: البلاغ، ۱۹۹۴ء)، ص ۶۰۵

۱۱۔ ایم اسلم، معرکہ بدر،(لاہور: دارالبلاغ، ۱۹۵۴ء)، ص ۱۹

۱۲۔ ایم اسلم، محاصرہ یثرب، ص ۱۳۰

۱۳۔ ایم اسلم، مرد غازی،(لاہور: دارالبلاغ، س ن)، ص ۱۷۶

۱۴۔ ایم اسلم، رقص بہار،(لاہو: دارالبلاغ، س ن)، ص ۵۶

۱۵۔ شاہد احمد دہلوی، ایم اسلم کے دو ناول، مشمولہ ایم اسلم اور اس کا ادب، ص ۱۳۹

۱۶۔ وقار عظیم سید، ڈاکٹر، داستان سے افسانے تک،(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)، ص ۹۳